تخلیق زر، جزوی مالیت کی بینکاری اور اسلامی بینکاری پر اس کے اثرات

سلمان احمد خان*

محمد سعد صدیقی**

عالمی معیشت میں تخلیق زر کا مروجہ نظام اسلامی بینکوں میں اور خاص طور پر پاکستان اور ان ممالک میں کہ جہاں اسلامی اور کنونیشنل بینکاری کو متوازی طور پر چلایا جا رہا ہے اور تخلیق زر کا نظام شرکت و مضاربت کے فروغ میں زیادہ رکاوٹ ڈالتا ہے جو شریعت اسلامیہ میں مثالی تمویلی طریقے ہیں۔ چنانچہ تخلیق زر کے مروجہ نظام کو تبدیل کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ یہاں پر زر کے حوالے سے اسی لئے گفتگو کی گئی ہے تا کہ معلوم ہو سکے کہ تخلیق زر کا مروجہ نظام کس انداز سے مقاصد شریعت اور شرکت و مضاربت کے مروج ہونے کے امکان کو متاثر کرتا ہے۔

زر کی تعریف

زر کی درج ذیل تعریف کی گئی ہے:

> جو چیز عرفاً آلۂ مبادلہ کے طور پر استعمال ہوتی ہو اور وہ قدر کا پیمانہ ہو اور اس کے ذریعے مالیت کو محفوظ کیا جاتا ہو۔'' (۱)

زر، اردو کا لفظ ہے اور اسے عربی میں ''نقد'' اور انگریزی میں (Money) کہتے ہیں اسی سے نظام زر (Monetary system) کا لفظ نکلا ہے۔ تو گویا کہ زر میں تین خصوصیات کا پایا جانا ضروری ہے:

۱۔ عرفاً آلۂ مبادلہ کے طور پر استعمال ہونا۔

۲۔ قدر کی پیمائش کا اس میں پایا جانا۔

۳۔ مالیت کا تحفظ ہونا، یعنی غیر معمولی حالات سے قطع نظر اس کی ذاتی قیمت یکساں رہتی ہو اور اس سے جب چاہیں کوئی چیز خرید سکیں۔

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، یونیورسٹی آف مینجمنٹ اینڈ ٹیکنالوجی، لاہور، پاکستان

** چیئرمین شعبہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، پاکستان

زر اور کرنسی میں فرق

زر میں یہ ضروری نہیں کہ اسے قانونی طور پر بھی جبری آلۂ تبادلہ قرار دے دیا جائے اور کسی کو اسے قبول کرنے پر مجبور کیا جائے۔ جیسے انعامی بانڈز اور چیک وغیرہ ہوتے ہیں، یہ زر ہیں، اور عرفاً آلہ تبادلہ کے طور پر استعمال بھی ہوتے ہیں اور ان میں مالیت کا تحفظ بھی ہے لیکن کسی شخص کو انہیں قبول کرنے پر قانوناً مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے مقابلے میں کرنسی وہ زر ہے جس کو کسی خاص ملک میں قانونی طور پر آلۂ تبادلہ قرار دے دیا گیا ہو۔ اب اگر کوئی شخص روپے میں ادائیگی کرنا چاہے تو دوسرا شخص روپے کو قبول کرنے سے انکار نہیں کرسکتا۔ ایسی قانونی کرنسی کو عربی میں "عُملة قانونية" اردو میں "زر قانونی" اور انگریزی میں (Legal Tender) کہتے ہیں۔ پھر اس کی دو قسمیں ہو جاتی ہیں، ایک تو وہ کرنسی کہ جس میں ایک خاص حد تک قانونی طور پر ادائیگی کی جاسکتی ہے اس سے زیادہ پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ مثلاً اگر بڑا قرض کسی نے ادا کرنا ہے اور وہ یہ قرض چھوٹے سکوں میں ادا کرنا چاہے تو قرض خواہ کو قانونی طور پر یہ چھوٹے سکے قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا، بلکہ وہ یہ مطالبہ کرسکتا ہے کہ مجھے روپوں میں یہ قرض ادا کرو۔ اسے عربی میں "عُملة قانونية محدودة" اردو میں "محدود زر قانونی" اور انگریزی میں (Limited Legal Tender) کہتے ہیں۔ جب دوسری وہ قسم کہ جس میں قانوناً ادائیگی کی کوئی حد مقرر نہ ہو اسے عربی میں "عملة قانونية غير محدودہ" اردو میں "غیر محدود زر قانونی" اور انگریزی میں (Unlimited Legal Tender) کہتے ہیں۔(۲)

جزوی مالیت کی بینکاری کا مفہوم

A banking system in which only a fraction of bank deposits are backed by actual cash-on-hand and are available for withdrawal.(3)

ایک ایسا بینکاری کا نظام جس میں بینک کے کھاتوں کے محض ایک حصے کے پیچھے حقیقی نقدی موجود ہوتی ہے اور یہ کھاتے (یعنی ان میں موجود رقوم) نکلوانے کے لئے دستیاب ہوتے ہیں۔

بینکوں میں تخلیق زر

بینک پہلے سے موجود زر میں اضافہ کرکے زر کے پھیلاؤ کو بڑھاتا ہے اور زر کی رسد میں اضافے کا کام سرانجام دیتا ہے۔ اس عمل کو "تخلیق زر" یا پھر "تخلیق اعتبار" کہتے ہیں۔ لوگوں کے پاس جو رقم آتی ہے وہ اس میں سے بہت تھوڑا حصہ اپنے پاس رکھتے ہیں اور زیادہ تر حصہ بینک میں رکھ دیتے ہیں۔ اور اسی طرح لوگ جب بینک سے قرض لیتے ہیں تو نقد کی شکل میں لینا ضروری نہیں سمجھتے بلکہ عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ بینک قرض لینے والے کا

اپنے پاس اکاؤنٹ کھول کر اس کو چیک بک دے دیتا ہے، تاکہ ضرورت کے وقت چیک کے ذریعے رقم نکلوائی جا سکے۔مثلاً کسی نے بینک سے ایک لاکھ کا قرض لیا ہے تو بینک اسے نقد ایک لاکھ دینے کی بجائے ایک لاکھ روپے کا اکاؤنٹ اس کے نام کھول دے گا اور اسے چیک بک مہیا کرے گا۔چنانچہ یہ شخص جہاں بھی ادائیگی کرے گا اسی چیک بک کے ذریعے کرے گا۔لہٰذا حقیقی صورت حال یہ ہوتی ہے کہ بینک کے پاس جتنے نوٹ ہوتے ہیں وہ ان سے کئی گنا زیادہ کا فائدہ اٹھا رہا ہوتا ہے۔اور وہ ایسے ہوتا ہے کہ بینک کے پاس جتنے بھی نوٹ آتے ہیں وہ ان میں سے مرکزی بینک کا ریزرو نکال کر باقی رقم لوگوں کو قرض پر دے دیتا ہے۔اب جو شخص قرض لیتا ہے وہ یا تو نقد لیتا نہیں بلکہ اسی بینک میں اکاؤنٹ کھلوا کر چیک بک لے گا، یا اگر نقد رقم لی بھی تو وہ واپس اسی بینک میں رکھوا دے گا۔ اب مزید جتنی رقم کا اکاؤنٹ کھولا گیا زر میں اتنا ہی اضافہ ہوا ہے حالانکہ حقیقت میں نوٹوں میں کوئی اضافہ نہیں ہوا ہے۔اب قرض دار کی طرف سے جو نیا اکاؤنٹ وجود میں آیا اس میں سے بھی بینک ریزرو نکال کر باقی رقم آگے قرض پر دے گا۔اب دوسرا قرض لینے والا شخص بھی پہلے کی طرح یہ رقم بینک میں رکھوائے گا اور اس طرح زر میں کئی گنا اضافہ ہو جائے گا۔

مثلاً کسی شخص نے بینک کے پاس ۱۰۰ روپے رکھوائے تو بینک اس میں سے ۲۰ فیصد بطور ریزرو مرکزی بینک کو دے گا اور باقی ۸۰ روپے کسی کو قرض دے دیگا۔اب قرض دار نے بھی یہ ۸۰ روپے اسی بینک میں رکھوا دئے تو بینک کے پاس کل ۱۸۰ روپے کے ڈپازٹ ہو گئے۔اب بینک اس کا ۲۰ فیصد یعنی ۳۶ روپے مرکزی بینک کے پاس رکھوائے گا، جن میں سے ۲۰ روپے تو پہلے رکھوا چکا ہے اس لئے اب مزید ۱۶ روپے رکھوائے گا۔اب باقی بچے ہوئے ۶۴ روپے پھر کسی کو قرض پر دے گا اور وہ بھی اسی بینک میں رکھوائے گا تو بینک کے پاس کل ڈپازٹ ۲۴۴ روپے کے ہو جائیں گے۔اب اس رقم کا ۲۰ فیصد یعنی ۸۰ء۴۸ روپے مرکزی بینک کو دے گا جن میں سے ۳۶ روپے پہلے دے چکا ہے اس لئے اب مزید ۸۰ء۱۲ روپے دے گا اور باقی بچے ہوئے ۲۰ء۵۱ روپے پھر قرض کے طور پر کسی کو دے گا۔وہ شخص دوبارہ یہ رقم اسی بینک میں رکھوا دے گا تو بینک کے پاس ۲۰ء۲۹۵ کے ڈپازٹ ہو جائیں گے۔بینک اسی طرح مزید قرضہ دیتا رہتا ہے حتیٰ کہ رقم ختم ہو جاتی ہے۔مذکورہ بالا مثال میں اصل رقم ۱۰۰ روپے تھی لیکن ہر ڈپازٹ ہولڈر اپنی رقم کا چیک جاری کر سکتا ہے چنانچہ ۲۹۵ روپے کے چیک جاری ہو سکتے ہیں۔اصل رقم ۱۰۰ روپے تھی لیکن اس سے فائدہ ۲۹۵ روپے کا حاصل کیا گیا بلکہ اگر اسی طریقے سے اس رقم کو ختم کیا جائے تو اس سے بھی زیادہ فائدہ حاصل کیا گیا۔جو مزید ۱۹۵ روپے جاری کئے گئے وہ بینک کے تخلیق کردہ تھے اور اسی عمل کو تخلیق زر کا عمل کہا جاتا ہے۔اور ایک بینک میں دوبارہ رقم نہ بھی رکھوائی جائے تو کسی نہ کسی بینک میں تو رکھوائی جائے گی اور اس طرح

مجموعی طور پر بینکوں میں تخلیق زر کا عمل لازماً وقوع پذیر ہوتا ہے۔

بینک ایک اور طریقے سے بھی زر کو کافی بڑھاتے ہیں اور وہ طریقہ ''فلوٹ''(Float) کہلاتا ہے۔ بینک کے پاس جو ڈپازٹس کی رقم رکھی ہوتی ہے اس پر بینک کو سود دینا پڑتا ہے اور یہ سود ان ڈپازٹس کی لاگت (Cost) ہے۔ یعنی ان پر اتنا سود دے کر یا خرچ کر کے یہ ڈپازٹ حاصل ہوئے۔ لیکن ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک رقم بینک کے پاس کچھ عرصہ رہی لیکن وہ بینک کے ڈپازٹ میں شامل نہیں ہوتی۔ اس رقم پر بینک کو سود ادا نہیں کرنا پڑتا یعنی کچھ بھی لاگت نہیں آتی۔ اور ایسا کئی صورتوں میں ہوتا ہے مثلاً ایک بینک کی طرف سے دوسرے بینک کی طرف کوئی چیک جاری کیا گیا، اب اس چیک کے دوسرے بینک کی طرف منتقل ہونے میں کچھ مدت لگتی ہے، اس مدت کے دوران یہ رقم بینک کا فلوٹ ہے۔ اسی طرح بینک نے کسی کو ڈرافٹ دے دیا تو جب تک وہ ڈرافٹ کیش نہیں کرا لیا جاتا تب تک وہ رقم بینک کا فلوٹ ہے۔ اسی طرح بینک ایل سی کھولتا ہے اور ایل سی کھلوانے والا تمام رقم اسی وقت ادا کر دیتا ہے لیکن بینک آگے اس وقت ادائیگی کرتا ہے جب کاغذات آجاتے ہیں، اس مدت میں بھی بینک کے پاس وہ رقم بغیر لاگت کے پڑی ہوتی ہے۔ اسی طرح ریلوے کی بلٹی میں ہوتا ہے کہ کاغذات بینک میں آتے ہیں اور بینک میں ادائیگی کر کے کاغذات وصول ہوتے ہیں اور بلٹی چھڑا لی جاتی ہے۔ اب بینک میں تو ادائیگی ہو گئی لیکن بلٹی بھیجنے والے کو یہ رقم تاخیر سے ملتی ہے تو یہاں پر بھی بینک کا فلوٹ بنا۔ حج درخواستوں میں بھی ایسا ہوتا ہے اور ان کے علاوہ بھی بہت سی صورتیں ہیں کہ جن میں فلوٹ کے ذریعے بینک کو کافی سرمایہ حاصل ہو جاتا ہے۔

اور یہاں سے ایک اور بات بھی معلوم ہوئی کہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ بینک اپنے کھاتہ داروں یا ڈپازٹرز کو جو سود ادا کرتا ہے وہی اس کی لاگت ہوتی ہے، مثلاً اگر بینک ۸ فیصد سود دے رہا ہے تو اس کی لاگت بھی ۸ فیصد ہی ہوگی۔ لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہوتا بلکہ بینک کی حقیقی لاگت اس سود سے کم ہوتی ہے جو اس نے دیا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ بینک کے پاس بہت سی رقم ایسی ہوتی ہے کہ جس پر لاگت تو کچھ نہیں ہوتی لیکن بینک اس سے فائدہ اٹھاتا ہے، ان میں سے ایک تو فلوٹ کی رقم اور دوسری کرنٹ اکاؤنٹ کی رقم ہوتی ہے، اور کرنٹ اکاؤنٹ کی رقم سب سے زیادہ مقدار میں بینکوں کے پاس موجود ہوتی ہے۔ معلوم ہوا کہ بینک کو جو نفع حاصل ہوتا ہے اس کا آٹھ فیصد سے بھی کم حصہ عوام کی طرف منتقل ہوتا ہے اور بینک کے نفع کا رخ عوام کی طرف کم اور سرمایہ داروں کی طرف زیادہ ہوتا ہے۔(۴)

اگر بینک کے پاس کوئی شخص ایک لاکھ روپے رکھواتا ہے اور بینک اس میں سے بیس فیصد (بیس ہزار) ریزرو کے طور پر رکھ کر بقیہ رقم (اسی ہزار) کا اشتہار لگا دیتا ہے کہ یہ رقم جسے ضرورت ہے مجھ سے آ کر لے لے۔

بینک کا کسی ٹھیکیدار سے معاملہ ہوتا ہے اور بینک اسے اسی ہزار کا چیک دے دیتا ہے۔ٹھیکیدار یہ چیک واپس اسی بینک میں جمع کرا دیتا ہے(اگر کسی دوسرے بینک میں بھی جمع کرائے تو دونوں صورتوں میں نتیجہ ایک ہی نکلے گا یعنی کریڈٹ کری ایشن۔ یہاں آسانی کے لئے اسی بینک کا ذکر کر دیا گیا ہے) اب بینک اس رقم کا بھی بیس فیصد(سولہ ہزار) بطور ریزرو رکھ کر بقیہ رقم(چونسٹھ ہزار) کا چیک کسی ڈیلر کو دیتا ہے اور وہ ڈیل پھر اس رقم کا چیک اس بینک میں جمع کرا دیتا ہے۔ بینک اس رقم کا بیس فیصد(بارہ ہزار آٹھ سو) بطور ریزرو رکھ کر بقیہ رقم(اکاون ہزار دوسو) کا چیک کسی گروسری والے کو دے دیتا ہے اور وہ بھی اس کا چیک واپس بینک میں جمع کرا دیتا ہے۔اسی طرح آگے بھی قیاس کر لیں۔ اس صورت میں جو پیسہ پیدا ہوا ہے وہ کسی چیز کے عوض میں پیدا نہیں ہوا، گویا کہ یہ صورت مرابحہ سے زیادہ خطرناک ہے۔ اگر یہیں پر رقم کے اس لین دین کو ختم کر کے دیکھا جائے تو صورت حال کچھ اس طرح سے بنے گی:

☆ بینک کے پاس اصل رقم: ایک لاکھ روپے
☆ ٹھیکیدار کی رقم: اسی ہزار روپے
☆ ڈیلر کی رقم: چونسٹھ ہزار روپے
☆ گروسری والے کی رقم: اکاون ہزار روپے
☆ کل رقم: دو لاکھ پچانوے ہزار

کل پیسہ ایک لاکھ روپے تھا لیکن صرف تین لوگوں کو رقم دے کر مزید جو پیسہ پیدا کیا گیا وہ ایک لاکھ پچانوے ہزار روپے ہے۔

پیٹرک ایس جے کارمک (Patrick S.J Cormack)اور بل سٹل(Bill Still)رقم طراز ہیں:

کاغذی روپیہ سب سے پہلے ۶۱۸ء تا ۹۰۷ء تک خود چینیوں نے بنایا۔ جب اس میں دھوکہ ہونے لگا تو ۱۰۲۴ء میں بادشاہ نے کاغذی نوٹ بنانے کا اختیار خود لے لیا۔ اس زمانے میں انگلینڈ میں منی چینجرز خوب متحرک تھے، اس قدر کہ انگلینڈ کی اکانومی کو متاثر کرتے تھے۔ یہ بینکرز نہیں تھے بلکہ سنار تھے، مگر بینکرز بھی تھے کیونکہ لوگوں کا سونا اپنے سیف میں رکھ لیتے تھے اور ان کی رسید پیپر منی کا کام کرتی تھی ۔۔۔ یہ رسیدیں اس لئے استعمال ہونے لگیں کیونکہ سونا چاندی اٹھانا دشوار اور خطرناک تھا۔ لہٰذا سنار کے پاس بار بار جانے کی بجائے لوگوں نے انھیں آپس میں بدلنا شروع کر دیا۔ پھر سناروں نے دیکھا کہ بہت کم لوگ اپنا سونا واپس لینے آتے ہیں تو انھوں نے کچھ سونا دوسروں کو سود پر دینا شروع کر دیا۔ پھر انہوں نے معلوم کیا کہ وہ سونے کی مالیت سے زیادہ کی

کاغذی رسیدیں چھاپ سکتے ہیں اور ان رسیدوں سے ہی انہوں نے سودی نفع کمانا شروع کر دیا۔ یہ جزوی مالیت کی بینکنگ (Fractional Reserve Banking) کی بنیاد ہے، یعنی مالیت سے زیادہ روپیہ جاری کر دیا جائے۔ آہستہ آہستہ انہوں نے اصل مالیت سے دس گنا زیادہ رسیدیں جاری کرنی شروع کر دیں اور دس گنا سود وصول کرنے لگے۔ کسی کو اس دھوکے کا علم نہ ہوا۔ اس طرح ان کے پاس زیادہ سے زیادہ روپیہ اور سونا جمع ہونا شروع ہو گیا۔ یہ سراسر دھوکا تھا مگر آگے چل کر یہ دھوکا جدید ڈپازٹ بینکنگ کی بنیاد بن گیا۔ روپیہ پیدا کرنا صرف حکومتوں کا حق ہے۔ پرائیویٹ بینکوں کو اس کی اجازت دینا لوگوں سے دھوکا اور ظلم ہے۔ بینک اپنے روپے سے کہیں زیادہ قرضے دیتے ہیں۔ اگر سب لوگ ایک وقت میں ان سے روپیہ لینے آجائیں تو وہ ۳ فیصد رقم بھی نہیں دے سکتے۔ اس لیے وہ مستقل خوف کی حالت میں رہتے ہیں۔ بینکوں، سٹاک مارکیٹوں اور قومی معاشیات کی ڈانواں ڈول حالت اسی وجہ سے رہتی ہے۔ امریکا میں بینکوں کو اپنے روپے سے دس گنا زیادہ قرض دینے کی اجازت ہے۔ اس طرح ان کا ۸ فیصد سود ۸۰ فیصد ہو جاتا ہے۔ ہر بینک عملی طور پر ایک ٹکسال ہے جس پر کچھ خرچ نہیں آتا۔ اب جب سونا نہیں ہے تو بینک کاغذ اور سیاہی کی قیمت پر قرضہ دے کر سود کما رہے ہیں۔'' (۵)

ایک اسلامی بینک کے شریعہ ایڈوائزر سے جب اسلامی بینکوں میں تخلیق زر (Credit Creation) کے حوالے سے راقم نے معلومات حاصل کیں تو ان کا کہنا تھا کہ اسلامی بینک تخلیق زر نہیں کرتے۔ ہاں اگر اسلامی بینک بھی رول اوور کیا کرتے تو اس صورت میں تخلیق زر کا عمل ہوتا، لیکن کیونکہ اسلامی بینک رول اوور نہیں کرتے اس لئے یہاں تخلیق زر یا کریڈٹ کری ایشن نہیں ہوتی۔ میزان بینک کے ایک ذمہ دار سے جب راقم نے معلومات حاصل کیں تو ان کا کہنا تھا کہ اسلامی بینکوں میں بھی تخلیق زر ہو رہی ہے جس کو روکنا ضروری ہے۔ سٹیٹ بینک میں 'اسلامی بینکاری کے شعبہ' (Islamic Banking Department) کے جوائنٹ ڈائریکٹر سے پوچھنے پر بھی پتہ چلا کہ اسلامی بینکوں میں تخلیق زر ہو رہی ہے، ان کا کہنا تھا کہ اس حوالے سے شریعت کے قوانین کو لازماً مدنظر رکھنا چاہئے اور ہو سکتا ہے کہ اسلامی بینکوں میں یہ کسی حیلہ کے ذریعے ہو رہا ہو۔ پروفیسر زبیر حسن کے مطابق کریڈٹ منی کے پیدا کرنے پر اسلامی لحاظ سے بمشکل ہی کوئی اعتراض وارد ہو سکتا ہے۔ (۶)

مندرجہ ذیل عبارت بھی اسی بات پر دلالت کر رہی ہے کہ اسلامی بینکوں میں تخلیقِ زر ہو رہی ہے۔

While both the Islamic bank and the conventional bank create the original principal amounts through fractional reserve banking system

(i.e. loans given out do not really reduce the deposits of the depositors), a customer owes more money in the Islamic mode than the conventional mode at any time thereafter until the 'loan' is settled. This fact alone is very attractive for even the conventional bankers to provide Islamic mode financing.(7)

جب اسلامی اور کنویشنل بینک دونوں ہی جزوی ریزرو بینکاری نظام کے ذریعے اصل سرمایہ تخلیق کرتے ہیں(یعنی جو قرضے دیئے جاتے ہیں وہ حقیقت میں کھاتہ داروں کے سرمائے میں کمی نہیں کرتے) تو اسلامی طریقے میں ایک کسٹمر کنویشنل طریقے کی نسبت زیادہ رقم کا مقروض ہوتا ہے یہاں تک کہ قرض کی تکمیل ہو جائے۔محض یہ ایک حقیقیت ہی کنویشنل بینکاروں تک کے لئے بہت پرکشش ہے کہ وہ اسلامی تجارتی طریقے کے ذریعے فنانسنگ کریں۔

زاہد صدیق مغل صاحب کا بھی یہی کہنا ہے کہ اسلامی بینکوں میں تخلیق زر ہو رہی ہے چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ اسلامی بینکاری کے مجوزین کے خیال میں بینک محض ایک 'ترسیل زر کا ثالث' (financial intermediary) ہے جس کا کام بچتوں اور سرمایہ کاری میں تعلق پیدا کرنا ہے اور اس تعلق کے قیام کے لئے بینک سود کا سہارا لیتے ہیں، لہذا اگر یہ تعلق سود کے بجائے شرکت و مضاربت وغیرہ کے اصولوں پر قائم کر دیا جائے تو بینک میں موجود یہ خرابی دور ہو سکتی ہے۔حالانکہ ایسا کرنا ممکن نہیں ہے۔بینک کی اسلامیت کو ثابت کرنے کے لئے دو شرائط کا پورا ہونا لازم ہے:

۱۔ یہ ثابت کرنا کہ fractional reserve banking اور اس کے نتیجے میں قائم ہونے والا نظام زر شرعاً جائز ہے۔

۲۔ بینک کے سود کو شرکت و مضاربت کے اصولوں سے بدلنا ممکن ہے۔

لیکن ہوتا یہ ہے کہ اسلامی بینکار پہلی شرط سے مکمل طور پر صرف نظر کرتے ہوئے بحث کا سارا رخ سود کو نفع سے بدلنے کی طرف موڑ دیتے ہیں حالانکہ اس دوسری بحث کی نوبت تب آتی ہے کہ جب پہلی شرط پورا ہونا ممکن ہو، جو کہ ممکن نہیں ہے۔مرکزی بینک T-Bills اور نوٹوں کی صورت میں ریاست کو جو قرضہ دیتا ہے یہ قرضہ کسی حقیقی اثاثے کی بنیاد پر نہیں ہوتا بلکہ بلا کسی عوض تخلیق کیا جاتا ہے، نیز یہ قرضہ کسی بھی چیز کی ملکیت(Ownership) کی رسید یا دعوی(Claim) نہیں ہوتا، یعنی جس شخص کے پاس یہ نوٹ موجود ہے مرکزی بینک اسے کچھ بھی ادا کرنے کا پابند نہیں ہوتا بلکہ ان کی حیثیت محض ایک قانونی دستاویز کی ہے جسے ریاست بذریعہ قانونی جبر، لین دین کے عمل کے لئے قابل قبول بناتی ہے۔اکثر و بیشتر حکومتیں اپنا مالیاتی خسارہ کم کرنے کے لئے نوٹ (fiat money) چھاپ کر

جاری کرتی ہیں اور نیو کلاسیکل مفکرین کے مطابق اگر زر کی مقدار میں اضافہ کر دیا جائے تو اس کے نتیجے میں اشیاء کی قیمتوں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔قیمتوں میں اضافے سے زر کی قوت خرید کم ہو جاتی ہے جس کے نتیجے میں عام لوگ جو حکومت کے شائع کردہ نوٹ استعمال کرتے ہیں ان کی قوت خرید کم ہو جاتی ہے اور اس کمی کے برابر اصل اشیاء وخدمات حکومت کو منتقل ہو جاتی ہیں۔زر کی مقدار بڑھنے سے افراط زر کی وجہ سے جو قوت خرید زر استعمال کرنے والے سے زر تخلیق کرنے والے ایجنٹ کی طرف منتقل ہوتی ہے اسے افراط زر ٹیکس (inflation tax) کہتے ہیں۔پھر نیو کلاسیکل مفکرین کا یہ اصول کہ بینک لوگوں کی بچتوں سے قرضے جاری کرتے ہیں اس وجہ سے انہیں لوگوں کی بچتوں سے زیادہ قرض نہیں دینا چاہئے، بالکل غلط ہے۔ کیونکہ بینکاری نظام جسے fractional reserve banking کہتے ہیں، میں بینکوں کے قرض اس کی بچتوں کے برابر ہونا محال ہے۔اوراس کی وجہ یہ ہے کہ بینک لوگوں کی بچتوں سے قرض نہیں دیتا بلکہ وہ بلا کسی عوض(out of nothing) قرض دے کر تخلیق زر کا باعث بنتا ہے۔مثلاً ایک شخص زید بینک میں سو روپے سے اپنا اکاؤنٹ کھلواتا ہے تو وہ اپنی رقم(liquidity) خرچ کرنے سے دست بردار نہیں ہوتا بلکہ وہ کسی بھی وقت اپنی جمع شدہ کل رقم کے برابر قوت خرید استعمال کر سکتا ہے، چاہے یہ استعمال بذریعہ چیک ہو یا ڈیبٹ کارڈ کے ذریعے ہو۔لیکن جب بینک کسی شخص مثلاً ناصر کو نیا قرض جاری کرتا ہے تو وہ زید کے اکاؤنٹ سے کوئی رقم منہا نہیں کرتا بلکہ ناصر کو نئی قوت خرید دے دیتا ہے۔یعنی اگر ناصر کو بینک نے پچاس روپے کی قوت خرید دی ہے تو وہ زید کے سو روپے میں سے کم نہیں ہوگی بلکہ زید اسی طرح سو روپے کی اشیاء چیک لکھ کر خرید سکتا ہے۔اور بینک نے ناصر کو جو قرض دیا ہے وہ عموماً اکاؤنٹ کی شکل میں ہوتا ہے اس طرح بینک کے مجموعی اکاؤنٹس بڑھ کر ایک سو پچاس روپے کے ہو جاتے ہیں۔اب یہاں پر بچت تو سو روپے کی تھی لیکن کھاتے ایک سو پچاس روپے کے ہو گئے۔لہٰذ بینک جب کسی کو قرض دیتا ہے تو وہ ایک شخص سے قوت خرید لے کر دوسرے شخص کو نہیں دیتا بلکہ نئے سرے سے قوت خرید تخلیق کرتا ہے اور یہ قوت خرید بینک بلا کسی عوض کے تخلیق کرتا ہے جس کے بدلے میں دینے کے لئے اس کے پاس کچھ نہیں ہوتا۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

اسلامی بینکاری کے مجوزین کا یہ کہنا ہے کہ کیونکہ وہ اثاثوں پر مبنی بینکاری کرتے ہیں اس لئے یہ قرض پر مبنی بینکاری کی تمام برائیوں سے پاک ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔مثلاً اگر اسلامی بینک ناصر سے بیع مرابحہ کر کے پچاس روپے کی مشین ساٹھ روپے میں فروخت کر دیتا ہے اور یہ مشین صہیب سے خریدی جاتی ہے تو اب صورت حال کچھ اس طرح سے ہوگی:

۱۔ زید کے پاس بدستور سو روپے کی قوت خرید موجود ہے، یعنی وہ سو روپے کی اشیاء خرید سکتا ہے۔

۲۔ ناصر اسلامی بینک کا مقروض ہو گیا ہے۔

۳۔ صہیب پچاس روپے کی قوت خرید کا مالک بن گیا ہے۔

یہ کام عام بینک ایک کاروائی میں کرتے ہیں اور اسلامی بینک دو اندراجوں میں مکمل کرتے ہیں ، اور اسلامی بینکوں میں یہ فرضی قوت خرید ناصر کے بجائے صہیب کو ملتی ہے۔اسلامی بینک نے بھی وہی کام کیا جو عام بینک کرتا ہے یعنی بلا کسی عوض قرض پر مبنی زر کی تخلیق۔ اثاثوں پر مبنی بینکاری سے بھی زر کی تخلیق ہوتی ہے، عام بینک بھی تو جو قرض جاری کرتے ہیں اس سے بھی تو کسی نہ کسی اثاثے کی خرید وفروخت عمل میں آتی ہی ہے،فرق صرف اتنا ہے کہ وہاں یہ کام قرض خواہ کرتا ہے جب کہ یہاں یہ کام اسلامی بینک فرضی قوت خرید کے ذریعے کرتا ہے۔

اثاثوں سے تخلیق زر نہ ہونے کی غلط فہمی اس خیال سے بھی پیدا ہوجاتی ہے کہ روایتی بینک تو اپنے گاہک کو بیع کے بجائے اکاؤنٹ کی صورت میں قرض دیتے ہیں اور اس طرح جعلی زر تخلیق کرتے ہیں جب کہ اسلامی بینک اثاثے کی خرید کے لئے پوری قیمت ادا کرتے ہیں جس کے نتیجے میں قوت خرید اسلامی بینک کے ہاتھ سے نکل جاتی ہے لہٰذا یہ اس برائی سے پاک ہیں۔لیکن یہ دعوی بھی معاملے پر غور نہ کرنے کی وجہ سے کیا گیا ہے کیونکہ تخلیق زر کا تعلق اس بات سے نہیں ہے کہ بینک کرنسی کی صورت میں ادائیگی کرتا ہے یا نہیں بلکہ اس امر سے ہے کہ ادا کردہ رقم یا اس کا ایک حصہ دوبارہ بینکاری نظام میں واپس آتا ہے یا نہیں۔اب اگر اسلامی بینک نے ٹویوٹا کمپنی سے دس لاکھ روپے مالیت کی ایک گاڑی خریدی تو اس میں دو صورتیں ہوں گی:

۱۔ اس کی قیمت یا تو چیک کی صورت میں ادا کی جاتی ہے یعنی اسلامی بینک کمپنی کو دس لاکھ مالیت کا چیک دیتا ہے جو کمپنی اپنے بینک میں بھیج کر رقم منتقل کروالیتی ہے۔اس صورت میں پوری ادا کردہ رقم دوبارہ بینکاری نظام میں واپس آجاتی ہے اور اس طرح بینکاری نظام مجموعی طور پر دس لاکھ کے نئے ڈپازٹ تخلیق کر دیتا ہے کیونکہ اس ادائیگی کے بعد بینک اپنے کسی بھی گاہک کی قوت خرید کو منہا کئے بغیر کمپنی کے کھاتے میں دس لاکھ روپے جمع کر دیتا ہے۔

۲۔ زیادہ تر ادائیگی تو چیک کی صورت میں ہوتی ہے لیکن دوسرا امکان یہ بھی ہے کہ بینک یہ قیمت کرنسی کی صورت میں ادا کرے۔اس صورت میں بھی کمپنی پوری رقم یا اس کے محض ایک حصے مثلاً دو لاکھ روپے اپنے پاس کیش کی صورت میں رکھ کر آٹھ لاکھ روپے اپنے بینک اکاؤنٹ میں جمع کروادیتی ہے اور اس طرح پہلے کی طرح پھر نئے ڈپازٹ تخلیق ہوجاتے ہیں۔

یہ بھی فرض کیا جاسکتا ہے کہ کمپنی پوری رقم کیش کی صورت میں رکھ لے، لیکن ایسا بہت کم ہوتا ہے، اگر ہر

شخص ایسا کرنے لگے تو بینک دیوالیہ ہو جائیں گے کیونکہ اگر رقم یوں ہی بینکوں سے نکلتی رہی تو بینک اپنے کھاتہ داروں کو رقم کی ادائیگی نہیں کر سکیں گے۔لہٰذا یہ سمجھنا کہ اسلامی بینکوں کا اثاثوں پر مبنی سرمایہ کاری کرنا انہیں روایتی بینکوں سے ممتاز کر دیتا ہے ایک غلط فہمی ہے۔کیونکہ تخلیق زر کے عمل کا تعلق بذریعہ قرض یا بیع بینکاری کرنے سے نہیں ہے بلکہ fractional reserve banking (اصل زر کے محض ایک مخصوص حصے کو بطور کرنسی اپنے پاس رکھنے) کے اصول سے ہے۔اصل میں بینک 'بچتیں قرض کا باعث بنتی ہیں' کے بجائے 'قرضے ڈپازٹس کو جنم دیتے ہیں (loans create deposits model) کے اصول پر کام کرتے ہیں۔ریزرو سے مراد کل ڈپازٹس کا وہ حصہ ہے جسے بینک کرنسی (Cash) کی شکل میں اپنے اور مرکزی بینک کے پاس جمع رکھتے ہیں۔سو فیصد ریزرو بینکنگ کا مطلب ایسی بینکاری ہے جہاں بینک کل ڈپازٹس کے برابر یعنی سو فیصد ریزرو کی شکل میں اپنے پاس محفوظ رکھیں اور کسی قسم کا قرض جاری نہ کریں۔☆

بینکاری کو شرکت و مضاربت کے اصولوں پر چلانا ناممکن ہے جس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ شرکت و مضاربت کے معاہدات میں تخلیق زر کی صورت قطعاً پیدا نہیں ہوتی کیونکہ یہ نجی معاہدات ہوتے ہیں نہ کہ آلہ مبادلہ کے طور پر استعمال ہونے والے مالی دعوے۔شرکت و مضاربت کے اصولوں کے تحت بینکاری کا وہم انہیں حضرات کو ہوسکتا ہے جو بینک کو غلط طور پر زر کی ثالث سمجھ بیٹھے ہیں۔بینک کا زر درحقیقت افراط زر کا باعث بھی بنتا ہے جس کے نتیجے میں لوگوں کی قوت خرید اور اثاثوں کی مالیت میں کمی واقع ہو جاتی ہے اور اس کا اثر ہر خاص و عام پر بلکہ غریب عوام پر زیادہ پڑتا ہے (غریب طبقے پر زیادہ اثرات اس وجہ سے پڑتے ہیں کیونکہ اسے اضافی (relative) اعتبار سے قوت خرید میں زیادہ کمی کا سامنا کرنا پڑتا ہے) اور قوت خرید زر استعمال کرنے والے ایجنٹ سے زر تخلیق کرنے والے ایجنٹ (حکومت اور بینک) کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔یعنی ایک مزدور دن رات محنت کر کے اپنی روزی کمائے اور ایک کارخانہ دار اپنے سرمائے کو کاروبار میں لگا کر آمدن کمائے مگر بینک محض تخلیق زر کر کے مزے کرے۔اس طرح لوگوں کی مال و دولت ہتھیا لینا کسی طرح بھی جائز نہیں ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ (۸)

اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق طریقے سے نہ کھاؤ، اِلا یہ کہ کوئی تجارت باہمی رضامندی سے وجود میں آئی ہو (تو وہ جائز ہے)۔

فرضی زر تخلیق کر کے لوگوں کے مال ہتھیا لینے کا شمار تجارت میں نہیں ہوسکتا، لہٰذا اس طرح مال کھانا باطل طریقے سے لوگوں کے مال کھانے کے زمرے میں آئے گا۔اور پھر اس بات کی شرعی یا عقلی کیا دلیل ہے کہ ایک ایجنٹ (بینک یا حکومت) کو تخلیق زر کی کھلی اجارہ داری دے دی جائے اور وہ محض زر تخلیق کر کے رقم بناتے رہیں۔بینک جو زر تخلیق کرتا ہے وہ ایک طرف اسے قرض پر دے کر نفع کماتا ہے اور دوسری طرف ان جعلی قرضوں کو بطور اثاثہ بنا کر ان کا مالک بن جاتا ہے، اگر ایسا کرنا ٹھیک ہے تو سب لوگوں کو اس چیز کی قانونی اجازت ملنی چاہئے کہ وہ اپنے اپنے نوٹ چھاپ کر یا سرکاری نوٹوں کی فوٹو کاپیاں بنا کر استعمال کریں۔

سو فی صد ریز رو بینکاری کا امکان؟

جو حضرات یہ کہتے ہیں کہ سو فیصد ریزر بینکنگ کے ساتھ بینکاری جائز ہو جائے گی تو دراصل وہ بینکاری کی حقیقت کو سمجھے ہی نہیں۔جب تک اکانومی میں ایک ایسا ایجنٹ موجود رہے گا جو بیک وقت رقوم وصول کرنے اور قرض دینے کا کام کرے اس وقت تک فرضی زر کی تخلیق کا عمل جاری رہے گا۔یہ عمل صرف اس وقت ختم ہوگا جب اصل زر کے علاوہ کوئی اور چیز بطور آلہ مبادلہ کے استعمال نہ کی جائے۔اگر بینک سو فیصد ریزرو بینکنگ پر عمل کرنے لگیں تو وہ سرے سے بینک ہی نہیں رہیں گے کیونکہ اس صورت میں ان کی قرض دینے کی صلاحیت ختم ہو جائے گی۔اور بالفرض اس اصول کے مطابق بینکاری کی بھی جائے تب بھی سب سے پہلے ختم ہونے والا کاروبار بینکاری کا ہی ہوگا کیونکہ اس صورت میں یہ نفع بخش نہیں رہے گا۔بینکوں کی بڑی بڑی عمارتیں، خوبصورت فرنیچر، ملازمین کی لاکھوں تنخواہیں سو فیصد ریزرو بینکنگ میں ممکن ہی نہیں ہوں گی

سودی بینکاری کا متبادل

☆ سرمایہ داری اور اس کے مظاہر اداروں (خصوصاً کارپوریشن، بینک اور اسٹاک ایکسچینج) سے گلو خلاصی حاصل کرنا۔

☆ زر حقیقی (سونے چاندی) پر مبنی مالیاتی نظام کا احیاء کرنا۔(۹)

محترم طارق الدیوانی تحریر فرماتے ہیں کہ اسلامی بینک اپنے کرنٹ اکاؤنٹ ہولڈرز سے اس بات کا وعدہ کرتا ہے کہ میں آپ کے مطالبے پر آپ کو رقم ادا کر دوں گا لیکن اگر وہ سب یا اکثر اس سے بیک وقت رقم لینے آجائیں تو وہ اسی دن ان کے مطالبے کو پورا نہیں کر سکے گا۔اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کرنٹ اکاؤنٹ کی تمام رقم بینک نقد کی صورت میں نہیں رکھتا۔اور جب اسلامی بینک اس رقم کو مضاربہ اکاؤنٹ ہولڈرز کے لئے نفع پیدا کرنے کے لئے استعمال کرتے ہیں اور اگر اسلامی بینکوں کے کیش فلو مینجمنٹ پلان میں یہ بات لکھی ہے کہ وہ اپنے تمام ڈیمانڈ

ڈپازٹس کو آٹھ دن کی مدت میں ادا کر سکتے ہیں تو یہ بات کھاتہ داروں کو بھی بتانی چاہئے نہ کہ انہیں یہ کہا جائے کہ آپ جس وقت بھی رقم طلب کریں گے آپ کو مل جائے گی، لہٰذا ان سے ایسا وعدہ نہ کیا جائے جو بعض صورتوں میں پورا نہ کیا جا سکے۔ کمرشل بینک فراڈ پر مشتمل ادارے ہیں جو بغیر کسی چیز کے روپیہ پیدا کرتے ہیں تا کہ اس کے ذریعے سود حاصل کر سکیں اور اس طرح کے کاروبار کا کوئی اسلامی نمونہ نہیں ہو سکتا۔ اسلامی بینک کے پاس بھی اگر اس کے کھاتہ دار رقم لینے آئیں اور وہ ان کو فوراً رقم نہ دے سکے تو وہ مہلت طلب کرے گا اور یہی وجہ ہے کہ اسلامی بینک اپنے کھاتہ داروں سے امانت کے بجائے قرض پر رقم لینے کو ترجیح دیتا ہے۔

فرض کریں اسلامی بینک کا کرنٹ اکاؤنٹ شرعی لحاظ سے ایک قرض پر مبنی اکاؤنٹ ہے اور میں نے بینک کو سو روپے دئے ہیں کہ میرا بھی ایک کرنٹ کھول دیں۔ اب اگر میں کسی تیسرے فریق سے جس کا اسی بینک میں اکاؤنٹ ہے کوئی چیز خریدتا ہوں اور سو روپے کا ایک چیک لکھ کر تیسرے فریق کو دے دیتا ہوں۔ تیسرا فریق یہ چیک اپنے کرنٹ اکاؤنٹ میں ڈال دیتا ہے۔ اس چیک کا مطلب ہے کہ بینک تیسرے فریق کو وہ دین منتقل کر دے جس کا میں اس وقت مالک ہوں۔ جب اس دین کی تیسرے فریق کو منتقلی ہو جاتی ہے تو بینک تیسرے فریق کو رقم منتقل نہیں کرتا اور صرف اتنا کہنے پر اکتفا کرتا ہے کہ اب میرے بجائے تیسرا فریق سو روپے کا مالک ہو گیا ہے۔ اب اس صورت میں میری خریداری کی ادائیگی رقم سے نہیں بلکہ دین (Debt) سے کی گئی اور اس کی وجہ سے بہت سے شرعی مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر 'سلم' کے معاہدے میں سرمائے کی ادائیگی کو دین کی شکل میں ادا کرنے سے سختی سے منع کیا گیا ہے، اسی طرح مضاربہ میں سرمایہ کاری کے لئے فراہم کیا جانے والا سرمایہ (Investment Capital) بھی دین کی شکل میں ادا نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح بیع صرف بھی دین کے ذریعے نہیں کی جا سکتی۔ اسی طرح اگر میں بینک کو قرض دینے کے عوض کسی قسم کا نفع حاصل کرتا ہوں مثلاً میں مفت بینکنگ کی خدمات حاصل کرتا ہوں تو یہ بہت سے فقہاء کے نزدیک ربا ہی کی ایک قسم ہے۔(۱۰)☆

تخلیق زر صرف حکومت کی ذمہ داری

یحییٰ عبدالرحمٰن رقم طراز ہیں:

Unfortunately, at some time or another all of us can be blinded by the prevailing culture without stopping to think.As to the ‘‘culture of making money,’’ many have forgotten that there is only one entity that can make (i.e., manufacture, print, or coin) money: the government.(11)

بدقسمتی سے کبھی کبھار ہم سب پھیلے ہوئے کلچر کے بارے میں سوچنے کے بجائے اس سے اپنی نظریں چرا لیتے ہیں۔ جہاں تک نوٹ بنانے کا تعلق ہے تو بہت سے لوگ یہ بھول چکے ہیں کہ صرف ایک ادارہ نوٹ بنا(یعنی تیار کرنا، چھاپنا یا سکے ڈھالنا) سکتا ہے اور وہ حکومت ہے۔

سود کی بنیاد پر اضافی قوت خرید کی پیدائش

احمد کمیل میدن میرا اور موسیٰ لربانی تحریر فرماتے ہیں:

One feature of riba is where extra purchasing power is created without taking on any risk. So, when A lends out, say $1,000 to B at 10 per cent interest per annum, for example, the extra $100 that B has to pay as interest provides additional purchasing power to A, obtained without assuming any risk.This additional free purchasing power is riba. Note that in this case the riba is materialized only after 1 year when B pays back $1,100 to A. Nevertheless, a fact that often goes unnoticed is that creation of fiat money indeed enthrones the creator with immediate purchasing power without assuming any risk! Today most money is nothing but electronic records that provide millions and billions of purchasing power to the first users of this electronic money.Wouldn't this then constitute a greater riba? (12)

سود کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس سے بغیر کوئی رسک برداشت کئے اضافی قوت خرید پیدا ہوجاتی ہے۔لہٰذا مثلاً جب اے، بی کو ۱۰۰۰ ڈالر دس فی صد سالانہ سود پر قرض دیتا ہے تو وہ اضافی ۱۰۰ ڈالر جو بی نے ادا کرنے ہیں، اے کو کوئی رسک برداشت کئے بغیر اضافی قوت خرید فراہم کرتے ہیں۔ یہ مفت اضافی قوت خرید سود ہے۔ یہ بات قابل توجہ ہے کہ اس معاملے میں سود محض ایک سال بعد ظہور پذیر ہوا جب بی نے ۱۱۰۰ ڈالر اے کو واپس کئے، لیکن اس کے باوجود ایک حقیقت جو اکثر نظر انداز کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ تخلیق زر کی وجہ سے کوئی رسک برداشت کئے بغیر تخلیقِ زر کرنے والے کو فوری قوت خرید حاصل ہو جاتی ہے۔آج اکثر رقوم کی حیثیت برقی ریکارڈ کے علاوہ کچھ نہیں ہے جو اس برقی رقم کے پہلے استعمال کنندوں کو لاکھوں اور اربوں روپے کی قوت خرید فراہم کرتے ہیں۔کیا اس کی وجہ سے زیادہ بڑا سود تشکیل نہیں پاتا؟

It is important to note here that the Islamic banks, operating within

the fractional reserve banking system, also do create money in this form, but focuses on the use of this newly created money according to Shari'ah principles.(13)

یہ بات قابل توجہ ہے کہ اسلامی بینک بھی جو کہ جزوری ریزرو بینکاری نظام کے تحت ہی کام کر رہے ہیں، اس انداز سے تخلیق زر کرتے ہیں لیکن ان کی توجہ اس نئے پیدا شدہ زر کو شریعت کے اصولوں کے مطابق استعمال کرنے پر مرکوز ہوتی ہے۔

احمد کمیل میدن میرا اور موسیٰ لربانی تحریر فرماتے ہیں کہ مصنوعی زر کی وجہ سے افراط زر پیدا ہوتا اور اشیاء کی قیمتوں میں مصنوعی طور پر اضافہ ہو جاتا ہے؛ مختلف فرمیں اور حکومتیں اس کی وجہ سے معاشی طور پر بدحال ہو جاتی ہیں؛ تجارتی چکر کو طول دیتا ہے؛ اس کی وجہ سے بے روزگاری پھیلتی ہے؛ اس کی وجہ سے مقابلہ بڑھ جاتا ہے اور دولت کو چند ہاتھوں میں محدود کر دیتا ہے؛ آمدن کی تقسیم میں خلا پیدا کر دیتا ہے؛ غربت اور معاشرتی مسائل مثلاً رہائش کے مسائل، طویل کام کے اوقات، کئی نوکریاں، خواتین اور بچوں سے مزدوری کروانا، کرپشن، جرائم وغیرہ۔(۱۴)

تجزیہ وترجیح

اگر سونے کو بطور نقدی کے استعمال کیا جائے تو اس میں آئیڈیل نقدی کی تمام خصوصیات پائی جاتی ہیں مثلاً اس کی مقدار کم ہوتی ہے لیکن وہ بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہے، اسی وجہ سے اگر کسی نے بڑی خریداری کرنی ہے تو اسے سونے کی تھوڑی سی مقدار درکار ہوگی۔ سونا لمبے عرصے بعد بھی خراب نہیں ہوتا، سمندروں میں سینکڑوں سال بعد نکالے جانے والے مدفون سونے نے بھی اپنی اصل شکل نہیں بدلی، سونے کو بہت زیادہ گرمائش یا دباؤ سے بھی تباہ نہیں کیا جا سکتا، یہ کسی اور عنصر کا اثر بھی بہت کم قبول کرتا ہے اور تقریباً اپنی ہی شکل میں زمین سے نکالا جاتا ہے جب کہ دیگر دھاتوں مثلاً لوہے وغیرہ کو بعد میں اپنی اصل شکل میں لانا پڑتا ہے۔ سونے کی ایک اور بہت اہم خصوصیت اس کا ایک ہی قسم کا ہونا ہے، یعنی اگر سونے کے ایک ٹکڑے کو دو حصوں یا بہت سے برابر حصوں میں تقسیم کر دیا جائے تو سب ایک جیسے ہی ہوں گے اور کسی کو یہ تکلف نہیں کرنا پڑے گا کہ ان میں سے بہتر والا حصہ اٹھا لے۔ اسی طرح زمین کے کسی بھی حصے سے نکالا جانے والا سونا ایک ہی طرح کا ہوتا ہے، حالانکہ زمین کی نوعیت میں بہت فرق ہوا کرتا ہے، لیکن اس سے سونے کی نوعیت نہیں بدلتی۔ سونے کو ایک لمبے عرصے تک سٹور کیا جائے تب بھی اس کی وہی اہمیت رہے گی بہ نسبت کاغذی کرنسی وغیرہ کے۔ اس کو مختلف مقامات پر بڑی آسانی کے ساتھ منتقل کیا جا سکتا ہے اور مختلف جگہوں اور ممالک میں بطور نقدی کے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ سونے کو نہ تو خود تخلیق کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس کو ختم کیا جا سکتا ہے۔ جب کہ کاغذی کرنسی تخلیق بھی خود کی جاتی ہے جس سے معاشی مسائل مثلاً افراط زر وغیرہ پیدا

ہوتے ہیں اور یہ کرنسی ختم بھی ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے بے روزگاری اور تفریط زر کے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔اسی طرح اگر غذا کو بطور نقدی کے استعمال کیا جائے تو وہ بھی استعمال کرنے سے ختم ہو جائے گی لیکن سونا ہمیشہ نقدی کا کردار ادا کرتا رہے گا۔(۱۵)

سونے چاندی کے سکوں کا اجراء

ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلامی بینکوں کے ساتھ ساتھ کمرشل بینکوں میں بھی کریڈٹ کری ایشن کا راستہ روکا جائے اور سونے چاندی کے سکوں کا اجراء کیا جائے جو اصل زر ہیں۔حضرت عروہؓ سے درج ذیل حدیث مبارکہ مروی ہے:

> عن عروة أن النبى ﷺ أعطاه دينارا يشترى له به شاة فاشترى له به شاتين فباع أحداهما بدينار وجاء ه بدينار و شاة فدعاله بالبركة فى بيعه وكان لو اشترى التراب لربح فيه(١٦)
>
> حضرت عروہؓ فرماتے ہیں کہ انہیں نبی اکرم ﷺ نے ایک دینار دیا تا کہ اس کے ذریعے آپ ﷺ کے لئے بکری خرید کر لائیں۔ چنانچہ انہوں نے آپ ﷺ کے لئے اس ایک دینار سے دو بکریاں خریدیں اور ان بکریوں میں سے ایک بکری کو ایک دینار کے عوض فروخت کر دیا اور آپ ﷺ کی خدمت میں بقیہ ایک دینار اور بکری لے کر حاضر ہو گئے، پھر آپ ﷺ نے ان کی خرید وفروخت میں برکت کے لئے دعا فرمائی اور (اس کے بعد) وہ اگر مٹی بھی خرید لیتے تو اس میں بھی نفع حاصل کر لیتے۔

حضرت عروہؓ کی اس حدیث مبارکہ میں موجود بکری کی قیمت کے حساب سے دیکھا جائے تو آج بھی بکری کی وہی قیمت ہے جو ساڑھے چودہ سو سال پہلے تھی، کیوں کہ ایک دینار کا وزن تقریباً ۴ء۲۵ گرام ہوتا تھا اور اگر دس گرام سونے کی قیمت پچاس ہزار روپے ہو، اس لحاظ سے ایک بکری کی قیمت جو اس زمانے میں خریدی جاتی تھی وہ اکیس ہزار دوسو پچاس روپے ہے۔اگر سونے کی حالیہ بڑھی ہوئی قیمتوں کو کم کر کے کچھ عرصہ پہلے کی قیمتوں کے لحاظ سے دیکھا جائے تو بھی یہ نظر آتا ہے کہ ایک بکری کی قیمت پندرہ ہزار تک ہوگی۔ گویا کہ ایک مناسب بکری اگر آج سے ساڑھے چودہ سو سال پہلے پندرہ سے بیس ہزار کی تھی وہ آج بھی اتنی ہی قیمت میں مل جائے گی۔لیکن فرق صرف اتنا ہے کہ پہلے اس بکری کو خریدنا آسان تھا لیکن آج کریڈٹ کری ایشن کی وجہ سے کہ جو بالآخر مہنگائی کا باعث بنتی ہے، اس بکری کو خریدنا مشکل ہو گیا ہے۔اگر سونے چاندی کے سکوں کا اجراء کر دیا جائے تو کیوں کہ ان کی اپنی ایک

قیمت ہے تو قیمتوں میں بھی استحکام رہے گا اور جس کے پاس بھی یہ سکے ہوں گے وہ حقیقی زر کا مالک ہوگا نہ کہ مصنوعی زر کا۔ اگر کسی دفتر میں کوئی شخص ملازمت کرتا ہے اور اس کی تنخواہ دس ہزار روپے ہے اور تین سال بعد اس کی تنخواہ پندرہ ہزار روپے ہو جاتی ہے۔ ایک شخص گاؤں میں رہتا ہے اور اس کو اس کی محنت کے عوض میں ایک من گندم ملا کرتی تھی اور تین سال بعد بھی اس کو ایک من گندم ملتی ہے تو اس صورت میں بظاہر ملازمت کرنے والا شخص فائدے میں ہے لیکن درحقیقت گندم لینے والا شخص فائدے میں رہا۔ وہ اس طرح کہ اگر ۱۹۵۰ء سے ۲۰۱۱ء تک مہنگائی کا تناسب دیکھا جائے تو یہ نظر آئے گا کہ جس نے پچھلے چون سال میں مہنگائی دیکھی تھی اس نے اتنی ہی مہنگائی گزشتہ سات سالوں میں دیکھ لی ہے۔ اگر وہ ملازمت کرنے والا شخص تین سال پہلے جو اشیاء یا خدمات دس ہزار میں حاصل کر رہا تھا آج وہ پندرہ ہزار میں ان کا کچھ حصہ ہی حاصل کر پائے گا، اور اس کی وجہ بھی کریڈٹ کری ایشن ہے جس نے مہنگائی کو جنم دیا۔ لیکن جو شخص پہلے ایک من گندم لے رہا تھا وہ آج بھی ایک من گندم ہی لے رہا ہے اور اس کی آمدن پر مہنگائی کا اثر نہیں پڑا کیوں کہ اس کی آمدن کا تعلق مروجہ کرنسی سے نہیں تھا۔

یحییٰ عبد الرحمن تحریر فرماتے ہیں کہ رقم صرف اس وقت کمائی جا سکتی ہے جب کوئی شخص خدمت فراہم کرے، لہٰذا ہمیں روزانہ سونے سے پہلے اپنے آپ سے یہ پوچھنا چاہیئے کہ ہم نے جو خدمات فراہم کی ہیں ان کے عوض میں ہم نے کتنی رقم کمائی ہے؟ رقم اسی وقت کمائی جاتی ہے جب ہم کوئی پیداوار یا خدمت فراہم کریں جس کی ضرورت ہو، یا یہ رقم کسی پیداواری منصوبے میں لگائی جائے جو ہمارے معاشروں میں پیداوار بڑھا کر، ملازمتوں کے پیدا کر کے اور معاشی خوشحالی لا کر ایک معاشی فرق پیدا کرے گا۔ اگر ہم اس طریقے سے سوچنا شروع کر دیں تو ہم زندگی گزارنے کے ایک نئے طریقے سے لطف اندوز ہوں گے جس میں پیداوار زیادہ اور خرچ کم ہوگا۔ ہم اپنے ذرائع کے اندر رہتے ہوئے اور بغیر کسی دین کے بھاری بوجھ تلے دب کر زندگی سے لطف اندوز ہوں گے۔ کئی سال سے موضوع توجہ پیسے کا ایک اور اہم پہلو اس کی قوت خرید ہے، یہ قوت سال بہ سال کتنی تبدیل ہو چکی ہے اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ ۱۹۷۱ء میں ٹیکساس میں گیسولین کا ایک گیلن ۲۰ سینٹ کا تھا جو ۲۰۰۹ء میں ۲.۵۰ ڈالر کا ہو گیا، حالانکہ وہی گیلن ہے، وہی گیس ہے، وہی ملک ہے اور وہی کرنسی ہے۔ (۱۷)

مقاصد شریعت اور ایف آر بی (FRB)

اگر مقاصد شریعت کو مد نظر رکھا جائے تو بھی مذکورہ بالا ایف آر بی (Fractional Reserve Banking) کا جو طریقہ اسلامی بینکوں میں رائج ہے اس میں کئی لحاظ سے مقاصد شریعت کی صریح مخالفت نظر آئے گی، مثلاً انفرادی اور اجتماعی سطح پر لوگوں کی دولت کی حفاظت کرنا اور پیسے کا بہاؤ امیر سے غریب کی طرف ہونا شریعت

کے بنیادی مقاصد ہیں لیکن مذکورہ بالا نظام میں امیر امیر تر اور غریب غریب تر ہوتا چلا جاتا ہے اور پیسہ صرف چند بینک مالکان کے ہاتھوں میں سمٹ جاتا ہے جب کہ قرآن کریم اس کے برخلاف حکم دیتا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ (۱۸)

تاکہ وہ مال صرف اُنہی کے درمیان گردش کرتا نہ رہ جائے جو تم میں دولت مند لوگ ہیں (۱۹)

اسی طرح نبی اکرم ﷺ کا فرمان مبارک ہے:

کادالفقر أن یکون کفرا(۲۰)

قریب ہے کہ فقر و فاقہ (غربت) کفر کی طرف لے جائے

لہٰذا ایف آر بی کے نظام کو جلد از جلد ختم کر دینا بہت ضروری ہے۔

اسلامی بینک سے اگر یہ اختیار لے لیا جائے کہ وہ مصنوعی زر پیدا کرے تو اب اسلامی بینک اس بات پر مجبور ہو جائے گا کہ وہ شرکت و مضاربت میں رقم لگائے۔اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اب اسلامی بینک کے پاس مصنوعی زر بنانے کی وجہ سے جو نفع آ رہا تھا وہ ختم ہو گیا اور اس کا متبادل حاصل کرنے کے دو طریقے ہو سکتے ہیں: یا تو اسلامی بینک مرابحہ، اجارہ وغیرہ میں رقم لگائے یا پھر شرکت و مضاربت میں۔مرابحہ، اجارہ وغیرہ میں بینک اس لئے رقم نہیں لگائے گا کیوں کہ وہاں پر اسے نفع کم ملے گا۔لہٰذا آخری راستہ اس کے پاس یہی بچے گا کہ وہ شرکت و مضاربت میں رقم لگانے کے لئے جگہیں تلاش کرے اور وہاں پر سرمایہ کاری کرے۔اسٹیٹ بینک کی یہ پابندی تو ویسے ہی نا روا ہے کہ اسلامی بینکوں کو تجارت کی اجازت نہیں ہے، لیکن بہرحال اگر اسلامی بینک مصنوعی زر تخلیق نہیں کرتا تو اسٹیٹ بینک بھی یہ سوچنے پر مجبور ہو جائے گا کہ اب بینکوں کو تجارت کی اجازت بھی دے دی جائے۔موجودہ صورت حال میں جب اسلامی بینکوں کو رقم بنانے کا ایک آسان طریقہ ملا ہوا ہے تو وہ کیسے شرکت و مضاربت کی طرف راغب ہو سکتے ہیں؟

اگر اسلامی اور کنونشنل بینکوں دونوں سے جزوی ریزرو بینکاری (Fractional Reserve Banking) ختم کر دی جائے تو قوت خرید میں اضافہ ہوگا۔اور روپے کی پیدائش کو جی ڈی پی / جی این پی (GDP/GNP) کے ذریعے اشیاء اور خدمات کی حقیقی پیدائش سے متعلق کر دیا جائے تاکہ جتنی اشیاء اور خدمات پیدا ہوں اتنے ہی نوٹ چھاپے جائیں یا اتنا ہی روپیہ پیدا کیا جائے۔اور یہاں پر ایک اور بات قابل غور ہے کہ مرابحہ کی صورت میں بھی اسلامی بینک نے جو پیسہ پیدا کیا وہ بہرحال اشیاء کے عوض میں پیدا کیا۔مثلاً کسی فیکٹری کو

بطور مرابحہ موٹر سائیکل کے پرزے خرید کر دیے، کسی ڈیلر کو موٹر سائیکل خرید کر دی اور مرابحہ کی تمام صورتیں۔ ان تمام صورتوں میں جو پیسہ پیدا ہو رہا ہے وہ اشیاء کے عوض میں ہو رہا ہے۔ میزان بینک کے ایک ذمہ دار سے پوچھنے پر یہ پتہ چلا کہ اسلامی بینک پہلے ہی دن سے بیچے جانے والے اثاثے کی کل رقم کی قیمت شخص (Capitalize) نہیں کرتا بلکہ اپنی قابل وصول رقوم (Receiveables) کے کھاتوں میں لکھ لیتا ہے۔ اور ظاہر سی بات ہے جب مکان فروخت کر دیا تو اس کی کل رقم لی لکھی جائے گی۔ پھر جب ہر ماہ قسط آتی رہتی ہے تو کل رقم میں سے اسلامی بینک کم کرتا جاتا ہے۔ اور پھر اسلامی بینک نے ایک حقیقی اثاثے کی خرید وفروخت کی ہے جو کنونشنل بینک نے نہیں کی، اور یہ بہت بڑا فرق ہے۔ لیکن اس کو اختیار کرنے میں خرابی یہ ہے کہ قرض پیدا ہو گیا کہ اسلامی بینک نے مثلاً ایک لاکھ کی چیز ایک لاکھ پندرہ ہزار میں فروخت کی تو ایک لاکھ کی مالیت کی تو وہ چیز تھی اور پندرہ ہزار کا قرض (Debt) پیدا ہوا۔ اس قرض کا پیدا ہو جانا مہنگائی میں اضافے کا ایک بہت بڑا سبب ہے۔ شرکت ومضاربت میں ایسا نہیں ہوتا کیوں کہ وہاں پر جس شخص کو بینک نے شرکت کی بنیاد پر رقم فراہم کی ہے وہ شخص مثلاً اسی ایک لاکھ کی رقم میں رہتے ہوئے نفع کمائے گا اور جو نفع حاصل ہوگا وہ بینک اور اس شخص کے درمیان تقسیم ہوگا۔ یہاں کوئی اضافی رقم پیدا نہیں کی گئی۔ مرابحہ کے جواز میں تو کوئی شبہ نہیں لیکن اس کے وسیع پیمانے پر استعمال میں بہر حال تحفظات موجود ہیں۔

حوالہ جات وحواشی

(۱) اسلام اور جدید معیشت وتجارت، ص:۹۵

(۲) اسلام اور جدید معیشت وتجارت، ملخص ص ص:۹۶۔۹۵

(3) http://www.investopedia.com/terms/f/fractionalreservebanking

(۴) اسلام اور جدید معیشت وتجارت، ملخص ص ص:۱۲۶۔۱۲۳

(۵) پیٹرک ایس جے کارمک، بل سٹل، بینکوں کی دہشت گردی، ص ص ۱۶۔۱۵، ڈاکٹر محمد ایوب (مترجم)، ھیومن رائٹس پبلیکیشنز، نوشہرہ، ۲۰۱۰ء

(6) Zubair Hasan,Prof., Credit creation and control: An Unresolved Issue In

Islamic Banking, P:282,International Islamic University, Malaysia

(7) Ahamed Kameel Mydin Meera & Dzuljastri Abdul Razak,Islamic Home Financing through Musharakah Mutanaqisah and al-Bay' Bithaman Ajil Contracts: A Comparative Analysis,p:8,International Islamic University, Kuala Lumpur, Malaysia

☆ جونئی اشیاء اور خدمات وجود میں آ رہی ہیں ان کی نمائندگی کے لئے نوٹ کہاں سے لائے جائیں گے؟ یعنی نوٹ چھاپنا تو ضروری معلوم ہوتا ہے لیکن اس کا کیا تناسب ہوتا ہے اور ہونا چاہئے؟ اس کا توازن اشیاء اور خدمات کی پیداوار سے متعین کیا جائے گا۔ لیکن یہاں پر بھی یہ مسئلہ رہے گا کہ اشیاء اور خدمات تو مثلاً عوام نے پیدا کیں اور نوٹ حکومت چھاپ رہی ہے اور ان سے ابتدائی فائدہ اٹھا رہی ہے۔ البتہ اشیاء اور خدمات کے تناسب سے نوٹ چھاپنے کا یہ فائدہ ضرور ہوگا کہ افراط زر کی وہ کیفیت پیدا نہیں ہوگی جو اشیاء اور خدمات کو مدنظر نہ رکھنے کی وجہ سے ہوتی ہے۔ راقم

(۸) النساء 29:4

(۹) زاہد صدیق، مغل، اسلامی بینکاری: غلط سوال کا غلط جواب، ملخص ص ص: ۱۔۱۸

راقم کے خیال کے مطابق:

اگر بینک نے کرنٹ اکاؤنٹ کے معاہدے میں اپنے پاس یہ اختیار رکھا کہ وہ یہ خدمات ختم بھی کر سکتا ہے تو ایسا کرنا جائز ہونا چاہئے کیونکہ اب یہ سہولیات بینک اپنی صواب دید سے دے رہا ہوگا نہ کہ کلائنٹ کے اصرار پر۔ اور اگر یہ خدمات مشروط طور پر فراہم کی جاتی ہیں تو یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ شرائط جو مقتضائے عقد کے خلاف ہوں لیکن عرف میں رائج ہو چکی ہوں تو ان کے جواز کی فقہاء کرام نے صراحت فرمائی ہے جیسے فریج یا اے۔ سی خریدنے پر ایک سال تک اس کی مفت سروس کی خدمت فراہم کرنا، تو کیا کرنٹ اکاؤنٹ کی صورت میں کیا جانے والا قرض کا عقد بھی ان معروف عقود کے تحت آ کر جائز نہیں ہو جائے گا؟

(10) Tarek El Diwany,A Discussion on Current Accounts, Retrieved Dec 11, 2011 from http://www.islamic-finance.com/item150_f.htm

(11) Yahia Abdul-Rahman, The Art of Islamic Banking and Finance,pp:85,86, John Wiley & Sons, Inc. U.S.A, 2010

(12) Ahmad Kameel, Mydin Meera & Moussa Larbani,Seigniorage of fiat money and the maqasid al-Shari'ah: the unattainableness of the

maqasid,Part 1,Humanomics, Vol.22, No.1,,P:18,Malaysia,2006

اسلامی بینکوں میں تخلیق زر کی توجیہ

(13) Seigniorage of fiat money and the maqasid al-Shari'ah: the unattainableness of the maqasid,Humanomics, Vol.22, No.1,P:20

(14) Ibid, Part 2, P:7

(15) Ibid,P:14

(۱۶) البخاری ،باب سؤال المشرکین أن یریهم النبی ﷺ آیة (۳۴۴۳)،۱۳۳۲/۳

(17) The Art of Islamic Banking and Finance,p:86

(۱۸) الحشر ۷:۵۹

(۱۹) عثمانی،محمد تقی،مفتی،توضیح القرآن،۱۷۰۴/۳،مکتبہ معارف القرآن،کراچی،۱۴۳۰ھ/۲۰۰۹ء

(۲۰) البیهقی، احمد بن حسین،شعب الایمان،باب فی الحث علی ترك الغل والحسد،(۶۶۱۲)،۲۶۷/۵، دارالکتب العلمیة بیروت،۱۴۱۰ھ،

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆